

# اہل کتاب اور ایمان بالرسالت

(از جناب پرویز بی. اے ہوم ڈیپارٹمنٹ ڈبلیو)

آزادی فطرت انسانی کا تقاضا ہے لیکن جس طرح فطرت کے ہر عطیہ سے صحیح صحیح فائدہ حاصل کرنے کے لیے تعین حدود و شرائط ضروری ہے اسی طرح آزادی بھی صحیح معنوں میں اسی صورت میں نفع بخش ہو سکتی ہے جب اسے بھی حدود و قیود سے محصور کیا جائے یہی تعین حدود و مذہب کا منصب ہے سلیم العظمت طبائع تو اس تحدید کو آئی رحمت سمجھتی ہیں کہ وہ انہیں ہلاکت و بربادی کے عمیق غاروں سے بچاتی ہے لیکن سرکش طبائع کی یہ حالت ہے کہ وہ ہمیشہ اس حدود و قیود و فراموشی میں ہی لطف زندگی محسوس کرتی ہیں اور انکی ہمیشہ خواہش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ان کی طبیعی جولانیوں اور انسانی کام جویوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہونا چلا جائے۔ حتیٰ کہ تعینات کے تمام پردے اٹھ جائیں اور حدود و شرائط کے امتیازی خطوط یوں منٹے چلے جائیں کہ جائنا و ناجائز کی تمیز ان کی اپنی عقل کے تابع ہو جائے۔ اور کفر و ایمان، حلال و حرام کی کچھ بحث ہی باقی نہ رہے۔ اسلام کی یہ ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے اس حدود بندی میں کہیں ایسی سخت گیری سے کام نہیں لیا جو انسان کے لیے غیر فطری کہلائی جاسکے لیکن اس کی پابندی بھی تو سلیم الفطرت طبائع ہی کے لیے خواہ آئندہ ہوتی ہے سرکش طبائع کی تو یہ کیفیت ہے کہ:-

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۖ اِنْ تَحَبَّلْتَ عَلَيْهِ ۖ اِسْ كِیْ مَثَالِ كِتْمَنِ كِیْ سِیْ هِیْ كِهْ اِگْرَ اِسْ پْرَ تُو بُو جُو رَكْتَجِ  
كِلَهَتْ اَوْ تَتْرَكُهْ يَلْمَتْ - (۲۲:۵) بھی، اپنے۔ اور اگر چھوڑ دے تب بھی بانٹے۔

ان میں سے بعض لوگ تو مذہب کے خلاف علانیہ علم نباوت بلند کر کے کفر کی آزادی حاصل کر لیتے ہیں لیکن بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اسلام کی طرح ان کے کفر کی وفاداری مشروطہ استواری نہیں ہوتی۔

وہ خواہشات نفسانی کی کامرانیوں میں دل کی حکومت پر کسی اور قوت کا (Control) بطی گوارا نہیں کرنا چاہتے اور ساتھ ہی ساتھ، بعض مصالح کے بنا پر مذہب سے اپنا رشتہ بھی منقطع نہیں کر سکتے۔ ایک طرف وہ یہ بطی اعلان کرتے رہتے ہیں کہ اسلام دنیا کا مکمل ترین مذہب ہے اور لوہوار انسان کی فلاح و بہبود اسی کے ساتھ وابستہ اور دوسری طرف اپنی بارگاہ جبروت سے یہ فتویٰ بھی شائع کرتے رہتے ہیں کہ حصول مقاصد کے لیے عقیدہ کوئی شے نہیں۔ "ایک مشرک کو محض اس لیے جہنم میں کیوں ڈال دیا جائے کہ اس نے خدا کے سوا کسی اور کے سامنے بھی اپنا سر جھکا دیا تھا۔" کوئی معاملہ اعمال سے متعلق ہو یا عقائد سے، جب ان کے سامنے آتا ہے تو وہ کبھی یہ نہ دیکھیں گے کہ خدا اور رسول کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اسے اس خیال کے تابع دیکھیں گے کہ آئیوں ہونا چاہیے، یہ گروہ تو بحیثیت مسلمان قابل مخاطب ہی نہیں۔ اس لیے کہ جو شخص شرک اور توحید کے عقیدہ میں کوئی فرق نہیں سمجھتا، جو کسی معاملہ کے فیصلہ میں اپنی عقل کو ہی حکم تسلیم کرتا ہے اس کے سامنے قرآنی استدلال پیش کرنا خود اپنی حماقت کا ثبوت دینا ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں آئین و ضوابط، عبادات و مناسک، شرائع و مناسک کے صرف اصول مذکور ہیں۔ ان کی تفصیل و تسنن و تشکیل تعمیل میں اس "ضراط مستقیم" میں یلگی جس کی نسبت خود خدا نے تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) لہذا

ایک گروہ نے تکلیفات شرعیہ سے بچنے کے لیے یہ راہ نکالی کہ او اسرو نو اسی میں قرآنی اجمال ہی واجب الاتباع

ہے، شریعت میں اسوۂ رسول اللہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیجئے ایک "ذرا سی" تبدیلی سے ہزاروں پابندیاں اٹھ گئیں۔ ان میں سے بعض کا تو یہ خیال ہے کہ قرآن کریم میں عبادات وغیرہ کے لیے جو اجامی احکام ان کی تفصیل بھی خود قرآن ہی کے اندر موجود ہے۔ اور اس تفصیل کی تلاش میں پھر وہ بڑی بڑی نادرتاویلات

کھینچتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! لیکن بعض حضرات ان سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ نہیں قرآن کریم میں الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ وغیرہ کے الفاظ معروف بہ لام عہدی ہیں جس سے مطلب ہے

کہ جس قسم کی صلوٰۃ یا زکوٰۃ مسلمانوں کے لیے فرض قرار دی گئی ہے، مخاطبین کے سامنے اس وقت اس کی عملی صورتیں موجود تھیں یعنی اہم سابقہ کے پیروان کو اسی صورت اُسی ہیئت سے بجالاتے تھے جو مسلمانوں میں رائج ہو گئیں، لہذا جس چیز کی تفصیل مخاطبین کے سامنے موجود تھی، اس کی مزید وضاحت کی قرآن میں کیا ضرورت تھی؟ آپ شاید حیران ہوں کہ ایسا دعویٰ کس طرح سے پیش کیا جاسکتا ہے کہ جس کی تکذیب خود قرآن میں موجود ہے، کہ اس وقت کے مخاطبین کی نماز کے بارے میں خود قرآن گواہ ہے کہ وہ کعبہ کے گرد شیاں بجانا اور ننگے نالچ کرنا تھا اور تارخ بھی اس کو باطل ٹھیراتی ہے، کہ تمام اہل کتاب کی نمازیں ہمارے سامنے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی تو مسلمانوں کی نماز سے مشابہ نہیں۔ چہ جائے کہ کابل یحساں ہو، لیکن اس کا کیا علاج کہ ایسے عقیدے موجود ہیں جن کا دعویٰ یہی ہے۔

یہ گروہ چونکہ ایک مستقل فرقہ بن چکا ہے۔ اور اس کے عقائد کے متعلق حیثیت ایک فرقہ کے ایک عرصے سے بحث و مباحثہ ہوتا چلا آ رہا ہے، اس لیے اس مقالہ میں ہمارا مخاطب ان سے بھی نہیں۔

البتہ ایک تیسرا گروہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ چونکہ ہر قوم میں کوئی رسول ضرور مبعوث ہو چکا ہے، نجات و سعادت کے لیے کسی خاص شرع و پہنچ کی ضرورت نہیں۔ ایک یہودی یا نصرانی، گبر و برہمن اپنے اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہوئے اسی طرح نجات حاصل کر سکتا ہے جس طرح ایک مومن قرآن اور رسول اللہ کے اتباع سے حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ ان کا یہ دعویٰ تو ایک بڑے وسیع دائرہ کو محیط ہے، لیکن اس کی مخصوص شکل یوں سمجھیے کہ ان کے نزدیک اہل کتاب کے لیے یعنی ان اقوام کے لیے جنہیں دعویٰ ہے کہ وہ کسی نہ کسی پیغمبر کی شریعت اور کتاب کے حامل ہیں، قرآن اور رسول اللہ پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اس مقالہ میں صرف انہی مسلمان حضرات کو مخاطب کیا جا رہا ہے جن کا یہ عقیدہ ہے، اور کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے واضح اور مخصوص احکام اس بارے میں ان کے سامنے رکھ دیے جائیں، تاکہ وہ خود فیصلہ کریں کہ ان کا یہ عقیدہ کس حد تک قرآن کریم کی تسلیم کے مطابق ہے۔ اور کس حد تک اس میں ان کی مزعومہ

اور واداری کا دخل ہے جس کے متعلق وہ اکثر محسوس نہیں کرتے کہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ جس شخص کا قرآن پاک کی حقانیت پر ایمان ہے، قرآن کریم کا کھلا کھلا فیصلہ سامنے آجانے کے بعد اس کے لیے سرتابی و رد گردانی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اہمیت اس موضوع کی اس لیے زیادہ ہے کہ چند سال ادھر سے اس عقیدہ کی ایک عام رو پھیلتی چلی جا رہی ہے، اور مترضین کے اس دعوے کے ثبوت میں بقدر دلائل نظر سے گذر رہے ہیں وہ عام طور پر قرآن کریم کی صحیح تعلیم سے بے خبری پر مبنی ہوتے ہیں۔ یوں بھی تمام مذہبی نظام میں ایمان بالرسالت ایک نہایت اہم اور نہایت نازک مقام ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہی وہ مرکز اور وہ قطب ہے جس کی بنا پر یہ نظام قائم ہے۔ لہذا اس کے متعلق ایک صحیح، واضح، غیر مشکوک اور غیر متزلزل ایمان ہمارے قلوب میں ترسم ہونا چاہیے کہ یہی وہ اصل شرط ہے جو اہل کتاب اور مسلمانوں کے لیے ہے اور جس کے پاسے استدلال میں اس پر ذرا بھی لغزش ہوئی، ضلالت و گمراہی کے ابدی جہنم میں گر گیا۔ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ۔

جس شخص نے قرآن کریم کا ایک بار بھی مطالعہ کیا ہے اس پر اس حقیقت کے واضح کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ قرآن کریم نے عمل صالح کو ایمان سے مشروط رکھا ہے۔ و اذا فات الشرط نال المشروط۔ ایمان ہی نہ ہو تو عمل صالح کس طرح ہو سکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کے بارے میں قرآن کریم کا کیا مطالبہ ہے اور اس کی رو سے ایمان کن اجزاء لاینفک شتمل ہے۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے واضح ہو گا کہ اجزاء ایمان قرآن کی رو سے پانچ ہیں۔ اللہ۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسل۔ یوم آخر۔ اس کی تصریح کئی مقامات پر مذکور ہے مثلاً۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآلْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآلْيَوْمِ الْآخِرِ  
بلکہ نیکی اس کی ہے جو ایمان لایا اللہ پر، اور یوم آخر  
پر اور ملائکہ پر اور کتاب پر اور نبیوں پر۔

انہی اجزائے ایمانیہ کے انکار کا نام کفر اور صحیح گمراہی ہے۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا -  
جو کوئی انکار کرے اللہ سے، اور ملائکہ سے، اور کتابوں سے، اور رسول سے اور قیامت کے دن سے تو وہ بڑی دور کی

گمراہی میں جا پڑا۔ (۲۰:۴)

لیکن قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ مناسب مقامات پر تفصیل دیتا ہے لیکن جب مختلف مقامات پر اس تفصیل کے حوالہ کی ضرورت ہوتی ہے تو صرف اجمالاً اس کا ذکر کرتا جاتا ہے۔ چنانچہ اجزاء ایمان کے متعلق بھی یہی انداز و اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ تفصیلاً اجزائے ایمان بیان کر دینے کے بعد اب جہاں جہاں جس جزو پر زور دینے کی ضرورت ہوتی ہے، یا اس تفصیل کا حوالہ مقصود ہوتا ہے، وہاں ایک ایک دو دو اجزا کا ذکر کرتا جاتا ہے اور باقی اجزا چھوڑتا جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ صرف ایمان باللہ کا ہی ذکر ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا  
تَتَزَكَّىٰ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ (۳:۴۱)  
جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر سچ ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے۔

متعد مقامات پر محض اللہ اور آخرت پر ایمان کا ہی ذکر ہے۔

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا  
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ (۸:۲)  
جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اعمال صالح کیے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

کہیں خدا و رسول پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔

فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (۱۸:۳)  
پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

ایک جگہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الَّذِي أَنْزَلْنَا  
پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے  
جو ہم نے نازل کیا ہے۔

غرض کہ مختلف مقامات پر مختلف اجزائے ایمان کا ذکر ہے اور اس سے ہرگز ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ ایمان کے اجزاء ایک دوسرے سے الگ کیے جاسکتے ہیں اور صرف ایک یا دو اجزاء پر ایمان لانا مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔ اجزاء ایمان کو بعض مقامات پر الگ الگ بیان کرنے سے مقصود صرف یہ ہے کہ موقع و محل کی مناسبت سے بعض اجزائے پر خاص طور سے زور دیا جائے۔ ورنہ دراصل مطالبہ تمام اجزائے ایمان کا مشترک طور پر ہے اور ان میں سے کسی ایک کا کفر بھی سب کا کفر ہے مثلاً سورہ توہ میں ان منافقین کے مقابلہ میں جو مختلف حیلہ چونیوں اور خدرا تراشیوں سے کسی نہ کسی طرح چھاوت سے بھکر نکل جانے کی سوچ میں رہا کرتے تھے، ان مومنین کا ذکر ہے جو میدان جہاد میں ہم کر کھڑے ہوتے اور کبھی واپس آنے کی اجازت نہ مانگتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی مسلمان تھے جن کا خدا و آخرت کے ساتھ، قرآن اور رسول اللہ ﷺ صحیح حکم ایمان تھا لیکن ان کے متعلق فرمایا:۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ  
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ۔ (تَمَا يَسْتَأْذِنُكَ  
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَأَزْوَاقًا بَاتُوا بِهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبٍ مِنْهُمْ  
يَتَرَدَّدُونَ۔ (۷:۹)

جو لوگ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال و جان سے جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے اجازت نہ مانگیں گے اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ جہاد میں نہ جانے کے لیے صرف وہی لوگ آپ سے رخصت مانگیں گے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک ہی میں جبراً

دو ترو ہیں۔

ظاہر ہے کہ اگرچہ ذکر صرف ایمان باللہ اور آخرت کا ہے لیکن مقصد ایسے ہی ایمان سے ہے جیسا ان مجاہد مسلمانوں کا تھا۔ اور ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں کہ قرآن پاک نے جہان ایجاز و اختصار سے بھی کام لیا ہے وہ بھی اس کے حکیمانہ انداز بیان پر دلالت کرتا ہے مطلب اس سے یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم میں ان

اجزائے ایمان میں سے ذکر کسی ایک یا ایک سے زیادہ کا ہو لیکن مقصود ہمیشہ تمام اجزائے ایمان ہوں گے ایک کی کمی بھی کفر لازم کر دے گی۔

ان اجزائے ایمان میں سے جہاں تک ہمارے موضوع کا تعلق ہے، ایمان باللہ و ملائکہ و یوم آخرت مثل نظر نہیں کیونکہ یہ اجزائے ایمان اہل کتاب کے ہاں بھی موجود ہیں خواہ کسی ہی منحن صورت میں ہوں اور یہ ایک جداگانہ مسئلہ ہے، زیر بحث مسئلہ صرف کتابوں اور رسولوں پر ایمان ہے۔ ہمارے تجدد پسند طبقے کا خیال ہے کہ اہل کتاب اپنے اپنے رسول اور اپنی اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہوئے اور انہی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہوئے، انہی ثمرات ایمان و عمل سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں جو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، اور شریعت اسلامی کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں یعنی بحث صرف اتنی رہ جاتی ہے کہ کتب و رسل میں قرآن پاک اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی شامل ہے یا نہیں۔ اور ان کے بغیر ایمان ممکن ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ امر بدیہی ہے کہ کتب اور انبیاء پر ایمان لانے سے مقصد و حید یہی ہے کہ ان کو منجانب اللہ ان کوران کے احکام کی اطاعت اور ان کے طریقے کی پیروی کی جائے، ورنہ ان پر محض ایمان لے آنا۔ تو کچھ معنی نہیں رکھتا۔ (جیسا ہمارے ہاں برہم سماج والے ایمان رکھتے ہیں)۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ - (۹:۴)

اور کسی رسول کو ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ حکم آتی اس کی اطاعت کیجائے۔

اور قرآن کریم کے متعلق فرمایا۔

اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا  
مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ (۳: ۷)

جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے  
اسی کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو

اصل بحث تک آنے سے پیشتر ایک نظر یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم جس چیز کو دین یا سلام

کے نام سے پیش کرتا ہے اسکی اصلیت کیا ہے۔ قرآنی تعلیم کا اس باب میں مفہوم یہ ہے کہ اسلام اس ہدایت اور روشنی کا نام ہے جو نوع انسانی کو ہلاکت و بربادی سے بچا کر ایک ایسے سیدھے راستے پر لگا دے جو اسے اس منزل مقصود تک بلا خوف و خطر پہنچا دے جو حیات انسانی کا منتہی ہے۔ یہ روشنی مختلف زمانوں میں مختلف اقوام عالم کے امداد حضرت انبیاء و مرسلین کی وساطت سے اہل عالم تک پہنچتی رہی لیکن یا تو انسانی وسیعہ کاریوں کی وجہ سے اس کی صورت منحرف ہو جاتی رہی یا نیا نیا کی بدولت فراموش کر دی جاتی رہی، حتیٰ کہ خدائے واحد کا بھی پیغام وحید رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے قرآن کی صورت میں دنیا میں آیا۔ اور اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی۔ گویا قرآن کریم قانون الہی کے صحائف کی (Latest edition) ہے اور ایسی ایڈیشن ہے کہ اس کے بعد اس میں نہ تو کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہے اور نہ تحریف و الحاق کا امکان ہے۔ ظاہر ہے کہ نزد قرآن کے وقت دنیا میں بہت سی ایسی قومیں موجود تھیں جن کے پاس پوٹنی اس سے قبل آچکی تھی اور وہ کسی نہ کسی پہنچ و شریعت آئین و قانون کی حالت ہونے کی مدعی بھی تھیں لیکن قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ جس روشنی کو یہ لوگ شمع الہی کی کرنیں اور سراج منیر کی شعاعیں سمجھ رہے ہیں، اس پر ذہن افزائی کے رنگین فانوس چڑھے ہوئے ہیں، اس لیے وہ اپنے اصلی رنگ اور حقیقی پیکر میں دنیا کی کسی قوم کے پاس موجود نہیں، اپنی اسرائیل اس دعوے میں جملہ اقوام عالم کے پیش پیش تھے۔ ان کے متعلق جا یا قرآن کریم میں مذکور ہے کہ انہوں نے توریت میں اختلافات ڈالے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَخْتَلَفَ فِيهِ<sup>(۱۶۴)</sup> ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ سو اس میں اختلافات ڈالے گئے۔  
تحریفات کیں پھر حصہ بھلا بھی دیا۔

يَتَرَفُّونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا  
وہ کلمات کو ان کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور جو کچھ ان کو یاد دلایا گیا تھا اس میں سے ایک حصہ انہوں نے بھلا دیا۔

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (۱۳:۵)

کتمان حقیقت بھی کی جاتی تھی۔



تَجَلَوْنَهَا قَرَأْتِيسَ تَبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ  
كَثِيْرًا - (۱۱:۶)

تم اس کو الگ الگ ورق بنا رکھتے ہو کچھ ظاہر کرتے ہو  
اور زیادہ تر چھپاتے ہو۔

اسحاق علی کرتے تھے۔

قَوْلِ الَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ  
يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ  
شَمًا قَلِيْلًا - (۹:۲)

افسوس ہے ان پر جو کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر  
ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس سے بخوڑی ہی قیمت  
حاصل کریں۔

قرآن کا ہر دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے۔ آج جبکہ دنیا میں اس قدر علمی و تہذیبی جوڑی ہو رہی ہیں۔ دس دس سال  
سال پیشتر کی تہذیب و تمدن کے آثار کھود کھود کر نکالے جا رہے ہیں، دنیا کی کوئی قوم اپنی کوئی مذہبی کتاب ایسی  
پیش کر سکی جس کے متعلق وہ خود حتمی طور پر کہہ سکے کہ اس مذہب کے بانی نے اسے اسی شکل میں دنیا کو دیا تھا۔ پورا  
نے آج ان زبانوں تک کی تحقیق کرنی ہے، جن کا سمجھنے والا دنیا میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور باوجود اس امر کے  
کہ مذہب عیسائیت، اسلام کے سوا، دنیا میں قریب ترین زمانے کا مذہب ہے، انجیل کا اصل نسخہ آج تک ان کے  
ہاتھ نہیں لگا۔ یورپ کے پاس سب سے پرانی کتاب وہی ہے جسے سال گذشتہ دوں سے لاکھوں روپے کے عوض  
خرید آگیا ہے لیکن وہ بھی جناب مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد کی لکھی ہوئی ہے۔ باقی اقوام عالم کا اس سے بڑا  
لگا لیجیے۔ ایک طرف تو دنیا کی مذہبی کتابوں کی یہ حالت اور دوسری طرف غیر مسلم مؤرخین تک کی شہادتیں جو  
ہے کہ قرآن کریم اپنے ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطہ کی صحت کے ساتھ دنیا میں چلا آ رہا ہے۔

یہ ہے وہ ایمان جو کتب و رسل کے بارے میں قرآن کریم پیش کر رہا ہے۔ جو لوگ دنیا میں ہدایت انسانی  
کے لیے کسی آسمانی روشنی کی ضرورت کے قائل نہیں، ان سے تو مخاطب نہیں لیکن جو لوگ اس پر ایمان رکھتے  
ہیں کہ انسانی مساوت و نجات کے لیے وحی ربانی کی ضرورت لاینفک ہے، وہ ذرا غور فرمائیں کہ جب تک  
عالم مصروف ہے کہ ان کے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس کی بنا پر وہ و توفیق کے ساتھ کہہ سکیں کہ ان کے پاس جو

وہ بلا تحریف و الحاق آسمانی ہے تو ایسی مشکوک تعلیم نجات و سعادت کی کفیل کیسے ہو سکتی ہے اس کے برعکس قرآن اپنے دعوے کے ثبوت میں خود ایک زلمہ شہادت دنیا کے سامنے موجود ہے۔ اور پھر قرآن کے سوا جتنی مذہبی کتابیں آج دنیا میں موجود ہیں کسی ایک میں بھی یہ دعویٰ نہیں ملتا کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہو۔

اس مقدمہ کو پیش کرنے کے بعد اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ تحقیقی اور یقینی علم آپکنے کے بعد۔ (وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ - ۲:۶۹) اور بے شک یقینی حق ہے (ظنی اور قیاسی تعلیم کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ (وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا - ۴:۱۰) اور حق کے مقابلہ میں ظن و قیاس کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس لیے یہ مانتے ہوئے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے وقتوں میں خدا ہی کی طرف سے یہ پیغامات لائے تھے۔ جو دستبرد زمانے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ قرآن کریم پر اس لیے ایمان لانا ضروری ہے کہ اس میں وہ تمام پیغامات اپنے اصلی اور حقیقی رنگ میں موجود ہیں۔

وَإِنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ (۱۰۵) کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ بھی۔  
یہ ہے قرآن کریم کا ایمان کتب و رسل سے منہوم

بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ جب قرآن اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو پھر ان کو منوح اہل کیوں قرار دیتا ہے لیکن وہ اس علم کو نہیں سمجھتے کہ قرآن تصدیق تو کرتا ہے ان اصلی پیغامات کی جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں لاتے رہے اور تفسیح کرتا ہے ان کتابوں کی جو انسانی ہاتھوں نے اصلی کتابوں کے نام سے دنیا میں پیش کر رکھی ہیں۔ اور نہ اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ قرآن ان کتابوں کی ہی تصدیق کر رہا ہے جو ان کتاب کے پاس موجود ہیں تو ایسے کس طرح سے تسلیم کیا جائے گا کہ ایک طرف تو وہ اہل کتاب کے خلاف الزام پر لازم ثابت کیا جا رہا ہے (جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں) کہ وہ تحریفات کرتے ہیں، اختلافات ڈالتے

چھپاتے ہیں، الحاق کرتے ہیں، اور دوسری طرف انہی تحریف شدہ صحائف کی تصدیق بھی کر رہا ہے ایک طرف تو اس کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے لکھ کر پھر غلط دعویٰ کرتے ہیں ہذا من عند اللہ (یہ اللہ کی طرف سے ہے) اور دوسری طرف انہی کے لکھے ہوئے پر مہر تصدیق بھی ثبت کر رہا ہے کہ فی الحقیقت یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ قرآن ایسی شاعری سے بلند ہے۔ محض ذہن انسانی کا ہی فریب ہے۔

اب دیکھیے کہ قرآن کریم جس ایمان کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہی ہے یا اس میں کسی کا استثناء بھی ہے۔ قرآن کریم کا پہلا ورق اٹھنے، فاتحہ اکتب کے بعد سب سے پہلے رکوع میں بتایا گیا ہے کہ مفلحون کون ہیں، یعنی فلاح و نجات۔ کامیابی اور کامرانی کن کے لیے ہے۔ فرمایا۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۱:۲)

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔

اس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس کے بعد دیکھیے کہ خاص اہل کتاب کے متعلق فرمایا۔

وَإِذْ أَقِيلَ لَهُمُ امْتُونِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ نَفْسِهِمْ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَمَا أُكْفَرُونَ بِمَا وَكَّفُوا

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے

ان سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم سے تمام برکات اس لیے چھن گئی ہیں کہ تو تورات و انجیل تو تمہارے پاس رہی نہیں جس پر تم قائم رہتے۔ اور قرآن پر تم ایمان نہیں لاتے۔ اگر تورات و انجیل یہی محفوظ رہتی تو ان پر قائم رہنے سے یہ برکات بھی باقی رہتی۔ لیکن اب تو سوائے قرآن کریم پر ایمان لانے کے، جو تورات و انجیل کی مہی سچائیوں پر عمل ہے، اور کوئی ذریعہ کامیابی نہیں ہو سکتا۔

قُلْ يَا هَذِهِ أَكْتَابٌ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَلَا تَجِدُوا مِمَّا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (۱۰:۵)

کہدے تھے کہ اسے اہل کتاب تم کسی دین پر نہیں ہوتا وقتیکہ تورات کی اور نبیل کی اور جو کتاب تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس کی پابندی نہ کرو۔

اور دوسری جگہ ہے کہ -

وَلَوْ أَنَّهُمْ آقَامُوا التَّوْرَةَ وَلَا تَجِدُوا مِمَّا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْفُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (۵:۴)

اگر یہ لوگ تورات و انجیل کی اور جو کتاب ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی ہے اس کی پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے خوب فراغت کھاتے

حقیقت یہ ہے کہ اگر تورات و انجیل کی سچی تعلیم پر یہ لوگ کاربند رہتے تو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر لیتے کیونکہ ان کتابوں میں صریح پیش گوئیاں موجود تھیں کہ نبی آخر الزمان عرب میں مبعوث ہوں گے، اور حکم دیا گیا تھا کہ جب وہ نبی تشریف لے آئیں تو ان کی پیروی کرنا۔ یہ ہے تورات و انجیل پر قائم رہنے کا مطلب۔

پھر مومن کی تعریف یہی یہ فرمائی کہ جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس کی تخصیص فرمادی

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور جو اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا ہے کہ وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اللہ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا۔

(۱:۲۴)

یہ ظاہر ہے کہ حقائق دنیا میں کبھی مختلف نہیں ہوا کرتے۔ دو اور دو آج بھی اسی طرح چار ہیں جس طرح فیثاغورث کے زمانے میں تھے ابرانی بھی اس کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح سے یونانی اختلافات اس لئے موجود تھے کہ ان کے پاس حقیقت موجود نہ تھی۔ اور قرآن کا۔ یہ حیثیت حقیقت یہ منصب ہے کہ وہ ان

اختلافات کو مٹائے۔ فرمایا۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يُقَصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ  
أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (۶:۲۴)

میشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثران باتوں کی حقیقت ہے۔  
کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

ایک بنی اسرائیل ہی نہیں تمام اقوام عالم کے اختلافات مٹانے کے لیے یہی ایک حقیقت ہے۔  
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمْ  
الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ - (۸:۱۶)

اور ہم نے یہ کتاب تیری طرف صرف اس لیے اتاری  
ہے کہ جن چیزوں میں انہوں نے اختلاف کیا ہے  
اختلافات لاعلمی کے اندھیرے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔  
اور قرآن ایک شعل علم و حقائق ہے اس لیے وہی تمام نوع انسانی کو بلا تميز اہل کتاب و غیر اہل کتاب  
اس اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والا ہے۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ  
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ - (۱:۱۳)

یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تیری طرف اتارا ہے کہ تو لوگوں کو  
تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لے۔  
کتاب سماویہ کے حال اپنی تعلیم کو خاص اقوام اور خاص ممالک تک محدود سمجھتے ہیں۔ بہر حال  
اس شور و در کے کان میں کسی سہ گلا کر ڈال دیتا ہے جو وید (بلکہ سنسکرت) کا ایک لفظ بھی سن پائے۔ تو ریت۔ صرف  
بنی اسرائیل کے لیے ہے۔ اخیل بیٹوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈالنا چاہتی اور جناب مسیح علیہ السلام صلی  
بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے نئے بتائے جاتے ہیں لیکن قرآن کی دعوت مکان و زمان  
کی حدود سے مقید نہیں۔ اس کا اعلان ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ  
لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (۱:۲۵)

برکت والی ہے وہ ذات جس نے یہ فیصلہ کرنے والی  
کتاب اپنے بندے پر نازل کی ہے کہ وہ تمام جہانوں کے  
لئے ڈرانیوالا ہو۔

دوسری جگہ ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا  
فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَأَتَمَّوْا سِيْرَهُمْ  
فِي حَسْبِهِمْ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ  
إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا - (۲۴: ۲)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک  
بیل آچکی ہے۔ اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف روشنی  
بھیجی ہے۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کو مضبوط  
کچھیں، ان کو اللہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا  
اور اپنے ایک انکو سیدھا راستہ بتا دے گا۔

دیکھیے اس میں تمام نوع انسانی کو مخاطب کیا گیا ہے اور خدا تک پہنچنے کا راستہ قرآن کریم سے اعتقاد  
ہی بتایا گیا ہے۔ سورہ یونس میں ہے:-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ  
رَبِّكُمْ فَمَنْ اهْتَدَى يَهْتَدِ لِنَفْسِهِ  
وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (۱۱: ۱)

کہہ دیجیے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار  
کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے پس اب جو شخص راہ راست  
آجائے گا وہ اپنے نفع کے واسطے راہ راست پر آئیگا اور جو گمراہ  
ہوگا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔

کتاب پر ایمان اور رسول پر ایمان دراصل ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں یعنی یہیں پہنچتا  
کہ ایک شخص قرآن کریم کو تو منجانب اللہ مانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول مانتے۔ بارہول اللہ کو مامور  
من اللہ تسلیم کرے اور قرآن کو خدا کی کتاب نہ جانے اس لیے کہیں تو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت ہے اور کہیں  
رسول پر۔ اور کہیں دونوں مذکور ہیں پھر مخاطب اس دعوت کے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب ہیں اسی دعوت  
کو دعوت اسلام قرار دیا گیا ہے۔

وَقُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّذِينَ آمَنُوا  
عَاسَلَمْتُمْ فَإِنْ أَسَلَمُوا فَقَدْ اهْتَدَوْا

اے محمد ان بھی کہو جو اہل کتاب ہیں اور ان بھی جو ان پر چھ پر نبی غیر اہل کتاب  
کیا تم اسلام لائے ہو؟ اگر وہ اسلام لے آئے تو راہ راست پر

وَأَنْ تَوَلَّوْا فَمَا تَمَّ عَلَيْكَ الْبَلَاغُ (۲:۳) اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو تمہارا دین پر ضرر نینچا ہے اور نیا دین کی طرف  
اب دیکھیے کہ اسلام کیا ہے اور قرآن کی رو سے مسلم کی کیا تعریف ہے؟ اسی سورۃ آل عمران کے  
تینوں رکوع میں فرمایا ہے:۔

”جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس وہ پہنچے  
آئے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے۔ تو تم ضرور اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی عزت  
بھی کرنا۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے ہم نے اقرار کیا۔  
ارشاد ہوا کہ گواہ رہنا۔ اور میں بھی اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ سو جو شخص اس کے  
بعد روگردانی کرے گا، تو ایسے لوگ ذائقین میں سے ہیں۔ تو کیا پھر یہ لوگ دین خداوندی کے  
سوا کسی اور دین کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے سامنے سب سر جھکائے ہوئے ہیں جیسے اسما  
اور زمین ہیں؛ طوعاً و کرہاً اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے فرما دیجیے کہ ہم ایمان  
رکھنے میں اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام اور  
یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا۔ اور اس پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کو  
دیا گیا ان کے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے  
لیے مسلم ہیں۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہیں

ہوگا۔ اور وہ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

انبیاء سے عہد لینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی وسالت سے ان کی امتوں سے عہد لیا گیا چنانچہ کتاب و  
کلمہ جو آج بھی ملتے ہیں ان سے بھی پتا چلتا ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو قرآن اور رسول عربی پر ایمان لانے کی تاکید کی ہے  
یہ تمہارا (جسے عیسائی دنیا ایک مدت تک چھپاتی رہی ہے اور بالآخر ایک عجیب طریقے سے باہر آئی  
ہے) اور حضور کا اکم کرامی اور جملہ حالات تک موجود ہیں پھر اسلام کے ایمان میں تمام انبیاء و کتب سماوی پر ایمان

لانے کی شرط ہے۔ اس کا ایک جز بھی ساقط ہو جائیگا تو ایمان نہیں رہیگا۔ کفر ہو جائیگا۔ اہل کتاب قرآن اور محمدؐ پر ایمان لانے کے لیے کب تیار ہیں؟ اور اگر وہ ایمان لے آئیں تو پھر جھگڑا ہی کیا باقی رہ جاتا ہے! اہل کتاب یہی کرتے ہیں تاکہ وہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں لیکن دیکھیے قرآن کریم اس قسم کے ایمان کے متعلق کیا فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِمْ وَيُرِيْدُوْنَ  
 اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُوْا  
 بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ  
 يَتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ  
 هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِّلْكٰفِرِيْنَ  
 عَذَابًا مَّهِينًا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ  
 وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَاُولٰٓئِكَ سَوْفَ  
 يُؤْتِيْنَهُمْ اُجْرًا جُوْرًا هُمْ وَاكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا  
 رَّحِيْمًا۔ (۲۱: ۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور  
 چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق  
 کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور  
 بعضوں پر نہیں لاتے اور یوں چاہتے ہیں کہ اس کے بن  
 بین کوئی راہ تجویز کریں ایسے لوگ بچے کافر ہیں اور کافروں  
 کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ  
 اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر اور ان  
 میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، ان لوگوں کو ضرور اللہ کے  
 اجر عطا کرے گا۔ اور اللہ بڑی مغفرت والا مہربان ہے۔

خیال فرمایا آپ نے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (یہ لوگ بلاشک و شبہ بچے  
 کافر ہیں) کن کے متعلق ہے؟ ان کے نہیں جو دنیا میں کسی پیغمبر کی امت نہیں ہیں بلکہ ان کے لیے ہے جو کسی  
 یکسی پیغمبر پر تو ایمان رکھتے ہیں، لیکن باقی پیغمبروں پر ایمان نہیں رکھتے اور اس طرح خدا کے رسولوں میں  
 تفریق کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف رسولوں کا ہی انکار ہے بلکہ خود خدا کا انکار ہے کہ بھینچنے والا تو کہہ رہا ہے کہ  
 یہ ہماری طرف سے منسل برحق ہے اور یہ اس کی کذب کرتے ہیں۔ رسول کی تکذیب خود اس کے بھینچنے والے  
 کی تکذیب ہے۔ خدا کو خدا اور رسول کو رسول سمجھنا یہ تفریق تو البتہ ضروری ہے۔ لہذا معمولہ صدر آیات میں



جس تفریق کو کفر کہا گیا ہے اس سے مراد یہ تفریق ہے کہ یا تو تمام رسولوں کو چھوڑ کر صرف خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے۔ یا بعض رسولوں کو چھوڑ کر بعض کی رسالت کا اقرار کیا جائے۔ یہی تفریق کفر صریح ہے۔

بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جس طرح مسلمان حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ منجانب اللہ تھے لیکن اتباع صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کرتے ہیں، اسی طرح عیسائی اور موسائی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ سمجھ لیں لیکن اتباع اپنے ہی مذہب کا کرتے ہیں تو اس میں کیا فرق ہے؟ بظاہر یہ اعتراض معقول نظر آتا ہے مگر غور کرنے سے اس کی غلطی آسانی واضح ہوجاتی ہے اول تو یہ کہ قرآن کریم نے ان انبیاء کرام اور ان کی کتب کے متعلق صرف تصدیق و ایمان کا حکم دیا ہے اتباع کا حکم نہیں دیا اس لیے کہ وہ کتابیں دنیا سے ناپید ہیں جس ایمان میں اتباع شامل ہے وہ ایمان صرف قرآن و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے اور تمام انبیاء کرام کی امتوں کے لیے حکم ہے کہ وہ قرآن ہی کا اتباع کریں کیونکہ نیا قانون پاس ہونے کے بعد پرانا قانون اور نیا داسرے آنے کے پرانا اور قابل اطاعت نہیں رہتا۔ دوسرے یہ کہ عیسائی اور موسائی اگر اتباع کر رہے ہیں تو خود ساختہ اپنے بنائے ہوئے دین کا اتباع کر رہے ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کا جیسا کہ خود قرآن اور تاریخ سے ثابت ہے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا دین تو قرآن ہی کے اندر ہے اس کے باہر کہیں اور موجود نہیں لہذا نزول قرآن کے بعد انبیاء سابقین پر ایمان کے معنی ہی یہ ہوں گے کہ قرآن پر ایمان لایا جائے اور اسی کا اتباع کیا جائے اگر ایسا نہ کیا جائے تو تمام انبیاء سے کفر ہے حضرت عیسیٰ و موسیٰ کی طرف محض نسبت کر لینے سے تو ان پر ایمان نہیں آسکتا۔ اگر ایک عیسائی سمجھتا ہے کہ نبی اکرم بھی خدا کی طرف سے ایسے ہی سچے پیغمبر ہیں جیسے حضرت عیسیٰ تھے تو پھر اسے نبی کریم کی تعلیم سے نفرت کیوں ہو اور انخالیکہ خود اس کی علمی ریسرچ آسے بار بار یقین دلا رہی ہو کہ عیسیٰ مسیح کی تعلیم مسخ ہو گئی اور قرآن اپنی اصل شکل میں، بلا شائبہ و تحریف والحاق موجود ہے و حقیقت یہ ہے کہ یہ کہہ دینا کہ ایک عیسائی یا یہودی نبی اکرم کو اسی طرح منجانب اللہ

جس طرح ایک مسلمان حضرت عیسیٰ اور موسیٰ کو مانتا ہے، ایک مفروضہ ہی مفروضہ ہے جس کی تصدیق کسی زمانے میں کسی متنفس نے نہیں کی عیسائی مصنفین نے زیادہ سے زیادہ حضور کو ایک رُستباز انسان قرار دیا ہے لیکن آپ کو آیات رُستباز انسان ماننا اور آپ کے دعوائے رسالت کو نہ ماننا صحیح تناقض ہے جو لوگ آپ کے اس دعویٰ کو نہیں مانتے وہ حقیقت آپ کو رُستباز کیا معنی دنیا کا سب سے بڑا جعل ساز قرار دیتے ہیں اگرچہ زبان سے آپ کی رُستبازی کا وہ کتنا ہی اقرار کرتے ہوں پھر اسی طرح وہ قرآن کی بھی کھلی ہوئی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ قرآن تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دعویٰ بڑے زور سے پیش کرتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا سخت مطالبہ کرتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ  
مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ. فَإِنْ تَكْفُرُوا  
فَإِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۳:۲)

اے لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے  
ٹھیک ٹھیک حق لے کر آیا ہے۔ اب اگر تم ایمان لے آؤ  
تو تمہارے ہی سے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ  
کی تو تک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا تمہارے کفر سے کیا نقصان ہوگا۔

دوسری جگہ رسالت نبی اکرم کے متعلق ارشاد ہے:-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ  
جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ  
وَرَسُولِهِ إِنِّي أُوْمِنُ بِاللَّهِ  
وَكَلِمَتِهِ - وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ  
(۲:۴)

کہہ دیجیے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف سے اللہ  
کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور  
زمین پر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مارتا ہے ورنہ  
کرتا ہے پس ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی پر  
جو خود اللہ پر اور اس کے کلام پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کا  
اتباع کرو۔ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

نوع انسانی کو خطاب ہے رسالت نبی امی کی دعوت تمام افراد انسانی کے لیے ہے اور اللہ کے  
ساتھ نبی بھی ایمان لانے کا علم ہے ایمان ایسا جس میں اتباع ضروری ہے کہ اصل ہدایت صرف اسی نبی امی کے

اتباع سے ہی حال ہو سکتی ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی اور وضع حکم مطلوب ہے۔

اب خاص اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے۔ فرمایا:-

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَمُخْرَجًا مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّإِصْرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲: ۱۷۵)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں۔ تم کتاب میں سے جن باتوں کو چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو صاف طور پر تمہارے سامنے کھول دیتے ہیں اور بہت سے احکام سے معاف بھی کہتے ہیں تمہارا پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور کتاب مبین آئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ نے شخصوں کو جو ضلالت کے طالب ہوں سلامتی کی راہ بتاتا ہے، اولاس کو اپنی لور سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اہل کتاب کے لیے رسول اللہ پر ایمان لانا کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ قرآن کریم کی ان آیات سے کیجئے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعاما لگی ہے کہ اے اللہ میری قوم کو اس دنیا میں بھی خیر و برکت عطا فرما اور آخرت میں بھی نجات و سعادت۔ جواب ملا کہ ہماری رحمت ہر چیز کو محیط ہے لیکن ورود رحمت کے لیے کچھ شرائط بھی مقرر ہیں۔ اور وہی لوگ اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ جو ان شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ فرمایا:-

فَسَاكِبْهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا بؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

وہ رحمت تو میں ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں یعنی وہ لوگ جو نبی امی کا اتباع کریں جس کو وہ لوگ نوریت و نخل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے، بری باتوں سے منع کرتا ہے

مُفْلِحُونَ. (۱۹: ۷)

پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے، اور ان لوگوں کو جو بارتھے اور جو پھندے ان پر پڑے ہوئے تھے ان کو دور کرتا ہے جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اور اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

کس قدر صاف اور بین احکام ہیں اور کتنا اگلا ہوا اسلوب بیان ہے۔ واضح کر دیا گیا کہ اہل کتاب اگر اپنی ہی کتابوں کو دیکھیں تو ابائیں ہمہ تحریف و کتمان، اس میں رسول اکرم کی تعریف آوری کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ بعثت نبوی کے بعد تمت الہی کا نزول اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشروط ہو چکا ہے اور اہل کتاب کو اس کی اطلاع بھی دی جا چکی ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں کہ صرف ایمان لانے کا ہی ذکر ہو بلکہ حلال و حرام میں اتباع رسول ضروری قرار دیا گیا ہے، اور قرآن کریم کی پیروی سے فلاح و نجات وابستہ کر دی گئی ہے۔ ایسے واضح احکام کی کیا تاویل ہو سکتی ہے؟ اور عترتین ان آیات سے کیا مفہوم لیتے ہیں؟ اگر اس کے بعد بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے تو فیأی حدیث بعداً یؤمنون۔

(باقی)

ہندوستان میں عربی زبان کا واحد علم بردار

مجلہ الضیاء لکھنؤ جو

ہر مہینہ بہترین علمی و ادبی ویسی مقالہ پر مشتمل پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور جن کے متعلق مالک علیہ شہوا اخبار اور نے گراں قدر خیالات ظاہر کیے ہیں، مشامیر ادبائے ہندو شام اس کی تعریف میں طبلسان میں ہندو بزرگ ہندو مت اہل علم حضرات کی پرستی کا شرعاً ہر دور شمالی ہندو کے علاوہ جنوبی ہندو خلیج فارس نیز دیگر عربی ممالک میں فوق دشوں پر چا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست سلیمان دی مدعا قیمت (۱۰۰) شامی عا۔ شہر خط کتابت کے میں نمونہ کارچہ کا اپنے پر وانا۔ ملینجر الضیاء لکھنؤ